معلومات تک رسائی کا حق

اخباری کالم اور مضامین

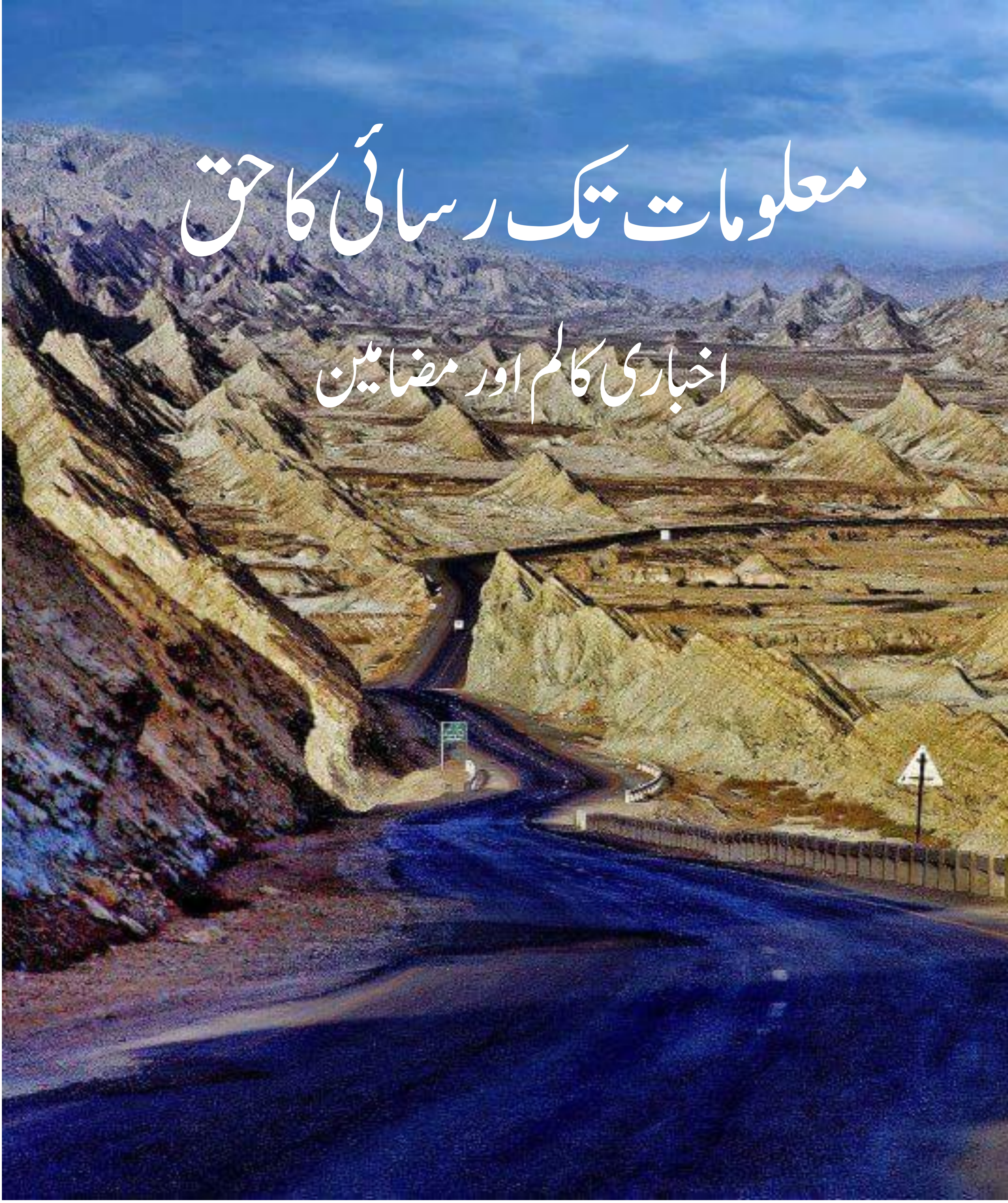

Development
Resource
Solutions

اس مواد کو شائع کرنے کا بنیادی مقصد عوام الناس کو آگاہی دینا ہے- یہ معلومات کسی بھی صورت متعلقہ قانون کا متبادل نہیں- اور محض ادارے کے ماہرین کی اس موضوع پر رائے کی عکاسی ہے- اس مواد کی تیاری میں تمام تر احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے- تاہم ڈیولپمنٹ ریسورس سلوشنز اس مواد کی کسی بھی قانونی حیثیت یا کسی بھی قسم کے تضاد کی زمہ داری سے مبرا ہے-

معلومات تک رسائی کا حق اور حکومت بلوچستان

ایوب اچکزئی

صباحت غزنوی کی عمر 28 سال ہے- یہ قصہ خوانی پشاور کے رہائشی ہیں- صباحت نے 2013 میں بیورو آف ایگری کلچر انفارمیشن میں کمپیوٹر آپریٹر کی پوسٹ کے لیے امتحان اور انٹرویو دیا اور کامیاب ہو گیا- محکمہ نے کامیاب امیدواروں کی جو فہرست نوٹس بورڈ پر آویزاں کی- اس میں صباحت کا نام بھی شامل تھا- مگر پھر اچانک 'نا معلوم وجوہات' کی بنا پر محکمہ نے کامیاب امیدواروں کی جاری شدہ فہرست واپس لے لی اور پوسٹ کو دوبارہ مشتہر کر دیا- صباحت نے محکمہ کو خیبر پختونخوا کے معلومات تک رسائی کے قانون کے تحت، جاری شدہ فہرست کے حصول کے لیے درخواست دے دی لیکن محکمہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا- جس کی شکایت کے لیے صباحت نے صوبائی انفارمیشن کمیشن کو درخواست دے دی- انفارمیشن کمشنر نے متعلقہ محکمے سے جواب طلب کیا جس کے جواب میں بیورو آف ایگری کلچر انفارمیشن کو بادل نخواستہ صباحت کو کمپیوٹر آپریٹر کی پوسٹ پر تعینات کرنا پڑا-

محمد عارف نور وہاڑی پنجاب میں رہتے ہیں- یہ سکول ٹیچر ہیں- انہوں نے اپنے ضلع کے ای ڈی او ایجوکیشن کو درخواست دی کہ انہیں ان کے خلاف کی گئی محکمانہ انکوائری کی رپورٹ اور اساتذہ کی سنیارٹی لسٹ فراہم کی جائے- ای ڈی او نے متعلقہ معلومات فراہم کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا- عارف نور نے پنجاب انفارمیشن کمیشن کو شکایتی درخواست دی کہ تین مہینے گزرنے کے باوجود انہیں درکار معلومات فراہم نہیں کی جا رہیں- انفارمیشن کمشنر نے کارروائی کرتے ہوئے متعلقہ ای ڈی او کو پیشی کے لیے طلب کیا لیکن وہ پیش نہیں ہوے- کمیشن نے کیس کا فیصلہ سناتے ہوے ای ڈی او کو اس کی 60 دن کی تنخواہ کے برابر رقم بطور جرمانہ جمع کرنے اور متعلقہ معلومات فراہم کرنے کا حکم دیا-

صباحت غزنوی اور محمد عارف نور کی کہانیاں ان سینکڑوں کہانیوں کی صرف دو مثالیں ہیں جو خیبر پختونخوا اور پنجاب میں گزشتہ دو سالوں سے جنم لے رہی ہیں- صرف گزشتہ ایک سال میں خیبر پختونخوا انفارمیشن کمیشن کو اس طرح کی 1091 شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 887 پر کارروائی مکمل ہو چکی ہے جبکہ 204 کیسز پر عملدرآمد جاری ہے- اسی طرح پنجاب انفارمیشن کمیشن کو سال 2014 میں 70 شکایات موصول ہوہیں جن میں سے 16 پر فیصلے ہو چکے ہیں اور باقی پر کام جاری ہے- خیبر پختونخوا حکومت نے 632 اور پنجاب حکومت نے 101 پبلک انفارمیشن آفیسر تعینات کر دیے ہیں جو عوام کو محکمانہ معلومات کی فراہمی کے زمہ دار ہیں-

یہ درحقیقت ایک مثبت اور انقلابی تبدیلی کا آغاز ہے جو شفاف حکومتی نظام اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کے شعبے میں معلومات تک رسائی کے نئے قوانین کی بدولت شروع ہو چکی ہے- معلومات تک رسائی اور شفافیت کے قوانین دونوں صوبائی حکومتوں نے 2013 میں حلف اٹھاتے ہی پاس کیے تھے-

وفاق، صوبہ سندھ اور بلوچستان کی حکومتیں اس جرات مندانہ اقدام کا ابھی تک مظاہرہ نہیں کر پائی ہیں اگرچہ وفاقی قانون بھی تیار کیا جا چکا ہے لیکن کافی عرصے سے بحث و تمحیث اور غور و خوض کے مراحل ہی طے ہو رہے ہیں- ابھی حال ہی میں پرویز رشید کی سربراہی میں حکومت کو ایک بار پھر ایک نئی کمیٹی بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ تیار شدہ ڈرافٹ پر مزید غور و خوض کیا جا سکے-

سندھ کی طرح بلوچستان کی نمائندہ حکومت بھی 2005 کے فرسودہ قانون میں کسی انقلابی تبدیلی کے لیے فوری اقدام کرتی نظر نہیں آ رہی- اگرچہ تین سال کا عرصہ ایسی کسی قانونی تبدیلی کے لیے کافی ہونا چاہیے تھا جس کے لیے خیبر پختونخوا اور پنجاب کی حکومت کو صرف تقریبا تین مہینے کا عرصہ لگا لیکن ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ کی حکومت اپنی تمام ترنیک نامی کے باوجود بلوچستان کے عوام کو شفافیت کے موثر قانون کا تحفہ نہیں دے سکی-

موجودہ صوبائی حکومت اس لحاظ سے تو ابھی تک سرخرو ثابت ہوتی نظر آ رہی ہے کہ اس پر کرپشن کا کوئی بڑا الزام عائد نہیں کیا جا سکا لیکن یہ کافی نہیں ہے- محسوس ہوتا ہے کہ تمام تر توجہ ترقیاتی کاموں پر ہی مرکوز کر کے روایتی طرز حکمرانی پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے- جو ظاہر ہے کہ ابھی تک تو بلوچستان کے دکھوں کا کوئی مداوا نہیں کر سکی ہے- بلوچستان کے وہ حلقے جو حقیقی اور بامعنی تبدیلی کے منتظر ہیں وہ موجودہ حکومت سے توقع رکھتے ہیں کہ ترقیاتی منصوبوں کی تمام تر اہمیت کے باوجود ایک حقیقی، پائیدار اور بامعنی تبدیلی کے لیے موثر قانون سازی اور بہتر حکومتی نظام کی تشکیل کی طرف بھی توجہ دی جائے گی- کیونکہ قوانین ہی عوام کو خود مختار بنانے کا موثر زریعہ ہیں- خصوصا بنیادی سہولیات کی فراہمی کے شعبے میں بہتری کے عوام بے چینی سے منتظر ہیں-

صورتحال کو سمجھنے کے لیے صرف ایک ہی مثال پر غور کرنا کافی ہو گا کہ صوبائی تعلیمی بجٹ میں پچھلے سال 27 فیصد اضافہ کیا گیا لیکن اضافی بجٹ کے تناسب سے سکولوں میں بچوں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ 18 لاکھ بچے ابھی تک سکولوں سے باہر ہیں- جو تمام بچوں کا 67 فیصد بنتا ہے تو کیا یہ حقیقت اس امر کی نشاندہی کی لیے کافی نہیں ہے کہ انتظامی ڈھانچے میں موجود بنیادی خرابیوں کو دور کیے بغیر محض اضافی وسائل سے ان مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا- انتظامی مسائل کا حل موثر قانون سازی اور پالیسی سازی پر توجہ دینے ہی میں مضمر ہے- معلومات تک رسائی کا موثر قانون اس صورتحال میں مثبت تبدیلی کا پیش خیمہ اور نقطہ آغاز ثابت ہو سکتا ہے- اگر حکومت دیرپا، موثر اور بامعنی تبدیلی لانے، عوام کو خود مختار بنانے اور شفاف و جوابدہ حکومتی

نظام کی تشکیل کے لیے پر عزم ہے تو معلومات تک رسائی کے صوبائی قانون 2005 کو فوری طور پر ختم کرتے ہوئے ایک موثر اور قابل عمل قانون کا نفاذ انتہائی ضروری ہے تا کہ عوامی مسائل میں فوری کمی کا آغاز ہو سکے۔

روزنامہ جنگ کوئٹہ 13 فروری 2016

گورننس کا چیلنج اور بلوچستان

ایوب اچکزئی

صوبہ خیبر پختونخوا کی حکومت نے حال ہی میں الیکٹرانک گورننس متعارف کرواتے ہوئے صوبائی اسمبلی کی کاروائی کو مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ کر دیا ہے اور اس طرح ملک اور جنوبی ایشیاء کی سطح پر پہلی اور عالمی سطح پر نویں کمپیوٹرائزڈ اسمبلی ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا ہے۔اس اقدام کا مقصد اسمبلی کی کارروائی کو تیز تر، کاغذ کے استعمال کے بغیر اور شفاف بنانا ہے۔اس کمپیوٹرائزڈ نظام کے زریعے اب اسمبلی کی کارروائی کو براہ راست بھی دیکھا جاسکے گا۔یہ بلاشبہ انتہائی قابل تعریف اور بہتر گورننس کی طرف ایک جرائتمندانہ اقدام ہے۔اس سے پہلے بھی خیبر پختونخوا ہی وہ پہلا صوبہ تھا جس نے نومبر 2013 میں شفافیت کے فروغ کے لیے " معلومات تک رسائی کا صوبائی قانون " پاس کیا تھا۔اور عوام کو پہلی بار یہ حق دیا تھا کہ وہ سرکاری وسائل کے صحیح استعمال اور فیصلہ سازی کے عمل میں شرکت کر کے اپنا کردار ادا کر سکیں۔بعد ازاں پنجاب کی صوبائی حکومت نے بھی دسمبر 2013 میں " معلومات تک رسائی کا صوبائی قانون " منظور کر لیا۔اگرچہ پاس کیے گئے قوانین پر عملدرآمد کی صورتحال بہت زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہے (خصوصا پنجاب میں) ، لیکن ان قوانین کا نفاذ بہ ذات خود عوام کے ساتھ مثبت وابستگی کا ثبوت اور ایک حوصلہ افزا اقدام ہے۔ان تمام تر ترقی پسندانہ اقدامات اور مثبت صوبائی مسابقت کے منظر نامے میں صوبہ بلوچستان اور سندھ کی صوبائی حکومتیں بدقسمتی سے بالکل لاتعلق دکھائی دے رہی ہیں۔باوجود اس کے کہ تمام تر سماجی اشاریے اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کی صورتحال ان دونوں صوبوں میں زیادہ خراب دکھائی دیتی ہے۔اور عوام کو بنیادی سہولیات مثلا تعلیم، صحت، پانی اور صفائی وغیرہ کی فراہمی کی صورتحال دن بہ دن دگرگوں ہوتی جارہی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمہوری نظام جو پوری دنیا میں کامیابی سے چل رہا ہے وہ ہمارے ہاں عوامی مسائل حل کرنے میں کامیاب کیوں نہیں ہو پاتا؟ جمہوریت دراصل ایک دوطرفہ عمل ہے جس کی کامیابی کا دارومدار عوام اور انکے منتخب نمائندوں کے مسلسل عمل اور کارکردگی پر ہوتا ہے۔یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ عوامی نمائندے اپنے منصوبوں پر عملدرآمد کے لیے انتظامی مشنری پر انحصار کرتے ہیں۔ہم عملا جمہوری نظام کو ایک یک طرفہ عمل سمجھتے ہیں۔عوامی سطح پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اپنے پسندیدہ امیدوار کو ووٹ ڈال کر ہم اپنی تمام زمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جاتے ہیں۔درحقیقت جمہوری نظام حکومت کا آفاقی تصور تین بنیادی اصولوں پر استوار ہے۔جن میں شفافیت، محاسبہ اور فیصلہ سازی کے عمل میں عوامی شرکت شامل ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو متاخرہ دو اصول بھی شفافیت ہی کے نتیجے میں روبہ عمل لائے جاسکتے ہیں کیونکہ اگر دستیاب وسائل اور ان کے استعمال کو خفیہ رکھا جائے تو وہ بنیاد ہی باقی نہیں رہتی جس پر مذکورہ اصولوں کا اطلاق کیا جاسکے۔شفافیت کو یقینی بنانے کے لئے

عوام کو یہ حق دیا جاتا ہے کہ وہ عوامی وسائل کے انتظام اور استعمال سے باخبر رہنے کے لئے معلومات تک رسائی حاصل کریں- تا کہ عوامی وسائل کے غلط استعمال کا بروقت روک تھام ہو سکے- چائنا پاکستان اقتصادی راہداری منصوبے کے حوالے سے چھوٹے صوبے اسی بنیاد پر وفاق پر تنقید کر رہے ہیں کہ منصوبے کی تفصیلات کو خفیہ رکھ کر شفافیت کے اصول کو پامال کیا جا رہا ہے- یاد رہے کہ معلومات تک رسائی کا وفاقی قانون بھی ابھی تک منظور نہیں کیا جا سکا ہے- اور مذکورہ قانون کی عدم موجودگی ہی وہ بنیادی وجہ ہے جس نے اس تنازعہ کو جنم دیا اور وفاق پر صوبائی بداعتمادی کی صورتحال پیدا ہو گئی-

بلوچستان میں اس حوالے سے معلومات تک رسائی کا 2005 کا قانون نافذ ہے جو کہ وفاقی قانون 2002 کا چربہ ہے اور عوام کے معلومات تک رسائی کے حق کا کسی طور پر تحفظ نہیں کرتا- کیونکہ موجودہ قانون نہ صرف یہ کہ شفافیت کے عالمی معیار پر پورا نہیں اترتا بلکہ اس میں بنیادی خامیاں بھی موجود ہیں- مثلاً موجودہ قانون کے تحت اس پر عملدرآمد کی نگرانی کے لیے ایک آزاد اور خود مختار انفارمیشن کا قیام ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے جس کی غیر موجودگی میں قانون پر عملدرآمد کی توقع نہیں کی جا سکتی- اس کے علاوہ عوامی خدمات کے شعبوں سے متعلق بہت سی معلومات کو قانون کے دائرے سے باہر رکھا گیا ہے اور قانون پر موثر عملدرآمد کیلیے سرکاری افسروں کی استعداد کاری اور عوام کی آگاہی کیلیے بھی قانون میں واضح اقدامات کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے-

اٹھارویں آئینی ترمیم 2010 کے بعد آئین کی شق A-19 کے مطابق نئی قانون سازی نہ صرف ایک آئینی زمہ داری بلکہ عوام کا بنیادی حق بھی ہے- صوبے کے بنیادی خدمات کے شعبوں مثلاً تعلیم، صحت، پانی، صفائی وغیرہ کی موجودہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک بنیادی انتظامی تبدیلیاں اور مثبت قانون سازی نہیں کی جاتی کسی مثبت تبدیلی کی توقع کرنا عبث ہوگا- ایک خوشحال و ترقی یافتہ بلوچستان کی تعمیر اور عوامی مسائل کے حل کیلیے ضروری ہے کہ گورنینس کے عالمی اصولوں کو اپنایا جائے اور فیصلہ سازی کے عمل میں عوامی شرکت کو یقینی بنایا جائے- حکومتی نظام میں شفافیت، جوابدہی اور عوامی شرکت کا نظام قائم کیے بغیر بنیادی انسانی حقوق کا احترام اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کا مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا- شفافیت کے فروغ کے زریعے ہی جمہوری نظام پر عوامی اعتبار کو بڑھایا جا سکتا ہے- معلومات تک رسائی کا موثر قانون اس مقصد کے حصول کے لئے پہلا قدم ثابت ہو سکتا ہے- صوبائی حکومت کو چاہیئے کہ صحیح معنوں میں عوامی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے موجودہ قانون میں موجود خامیوں کو دور کرے اور اس پر عملدرآمد کی نگرانی کیلیے ایک آزاد اور خود مختار انفارمیشن کمیشن قائم کرے- اس کے علاوہ قانون کے موثر استعمال کیلیے عوامی شعور و آگائی کی مہم چلائی جائے اور سرکاری اداروں کی استعداد کاری کیلیے اقدامات اٹھائے جائیں-

روزنامہ جنگ کوئٹہ 17 مارچ 2016

BALOCHISTAN: THE CHALLENGE OF TRANSPARENCY

By: Ayub Achakzai

The government of Khyber Pakhtunkhwa has recently introduced e-governance for functioning of the provincial assembly through an endearing effort and has became the first legislative assembly in the country and across South Asia and ninth assembly in the world to have an e-governance system. The initiative will cost Rs78 million and will be completed within one year. The system is meant to bring a paperless environment; expedite the legislative process and increase assembly output besides providing live-streaming service for the public to see the assembly proceeding live on internet.

Earlier in November 2013, KP was the first among the provinces of the country to introduce 'Right to Information' law for enhanced transparency in public service delivery. Afterwards, in December 2013, the PML-N's provincial government in Punjab also approved 'The Punjab Transparency and Right to Information Act 2013'. Though effective implementation of both the laws, especially in Punjab, have been confronted with a number of challenges but still, the legislative developments are being considered to be daring and vital to ensure 'Good Governance' and reduce corruption.

Among these enchanting developments, the provincial governments of Sindh and Balochistan have remained indifferent and have not shown any interest or intention for similar or more progressive legislation. It is despite of the mounting hype of corruption cases in Sindh and poor state of governance affairs in Balochistan.

The existing freedom of information law of Balochistan restricts rather than facilitate freedom of information with major weaknesses on a number of provisions which are not in accordance with the international standards and best practices. Lack of serious efforts on part of the government to implement the law in letter and spirit has made it thorny for the people to have their say in the government affairs.

The law is based on the federal FOI Ordinance 2002 and has, to a larger extent, not been successful in ensuring transparency in public institutions in the province. This is mainly due to weaknesses in the law and its poor implementation. It restricts access to a large number of public documents and provides no protection to whistleblowers. It does not require the government to establish information commissions at various levels. The act does not require the government to establish an independent monitoring body

(Information Commission) to monitor effective implementation of the Act or to enforce its decisions. The law delegates the responsibility of dealing with the information complaints to the already existing 'Provincial Ombudsman of Balochistan' but does not empower POB to enforce its decisions which stands to be of a recommendatory nature only.

Though the FOI Act 2005 law has been in place for 11 years now but practical steps to establish mechanisms and processes for its effective implementation are not in place. PIOs are not appointed in majority of the government departments to facilitate citizens requesting information. The departments have not established proper mechanism for training of the officials on the Act neither have they developed any knowledge material i.e. training manuals, policy guidelines etc.

Owing to its low literacy level and largely dispersed rural population, public awareness on importance and utilization of their right to information is incredibly low in Balochistan. Civil society engagement with reference to public awareness on the law is negligible as majority of local NPOs are engaged in service delivery provision in the province. Donor support for capacity enhancement and resource provision to local NPOs with reference to policy engagement, especially in the transparency and accountability initiatives, is one of the most important factors to improve implementation status of the law. As another prevailing practice, media persons of major media outlets in the province prefer to get government information through personal contacts instead of submitting formal information requests due to low awareness about the law.

The culture of secrecy has cloaked the province far and wide. Obstructive attitudes are entrenched deep in the bureaucratic high-ups of the province. Corruption is widespread and quality of public service delivery is terrible. People have been largely barred from participating in the decision making process by denying their right to access public information.

There is little hope for improvement in the situation without strong political will by the elected representatives, a realization of the severity of governance crisis by the government officials and a proactive role on part of the civil society organizations. The province needs to replace the current law with a more progressive 'RTI' law in accordance with global best practices. Concerted efforts are required to promote a culture of openness at the societal level as well if the province is to cope with the challenge of open, transparent and responsive governance.

Printed in Baluchistan Express on 17th March 2016

Development
Resource
Solutions

ڈی آر ایس ایک غیر سرکاری، غیر کاروباری، علمی اور تحقیقی ادارہ ہے۔ جسکا مقصد علم، ہنر اور استعداد کو فروغ دینا ہے تاکہ غربت کا خاتمہ کیا جاسکے۔ ڈی آر ایس حکومت بلوچستان کے ساتھ سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ 1860 کے تحت رجسٹرڈ ہے۔
ڈی آر ایس پالیسی سازی سے متعلق مسائل کا مؤثر اور تحقیق پر مبنی حل تجویز کرتا ہے۔ اور مثالی و پر اثر منصوبوں پر عملدرآمد کے عملی نمونے پیش کرتا ہے۔ تحقیق و اشاعت، عوامی وکالت و آگہی اور اھلیت و استعداد کا فروغ ادارے کی حکمت عملی کے اہم اجزاء ہیں۔ جن کی بنیاد جدت، تاثیر اور دیانت کے بنیادی اصولوں پر استوار ہے۔ ڈی آر ایس کے دائرہ عمل کے خصوصی شعبوں میں بنیادی تعلیم، نوجوانوں کی خود مختاری اور بہتر طرز حکمرانی شامل ہیں۔

رابطہ:
ڈیولپمینٹ ریسورس سلوشنز
2۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن حالی روڈ کوئٹہ کینٹ پاکستان
ویب سائٹ: www.drs.org.pk
ای میل: info@ drs.org.pk
فون: 2836789-81-92+